OPEN ACCESS
AL-EHSAN
ISSN(E) 2788-4058
ISSN(P) 2410-1834
www.alehsan.gcuf.edu.pk
PP: 52-68

خواجہ نظام الدین اولیاء کے تربیت یافتہ رجال کار اور ان کی معاشرتی خدمات

Prestigious Personalities Spirituality Trained by Khawaja Nizam Uddin Auliya and their Social Services

Hafiz Mudassar Farooq

Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, Punjab University, Lahore

Dr. Saeed Ahmad

Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Punjab University, Lahore

Abstract

Apart from rendering everlasting services in the field of Sufism, the Chishti Sufis also held a unique and distinguished position among their contemporaries in terms of exploring knowledge. One of the reasons for this, was that before reaching the path of Tareeqah, they would reach the extreme stages of acquiring knowledge according to the constitution and then they would start the journey of the path of Tareeqah. Following in the footsteps of the Sufis, Khawaja Nizam Al-Din (May Allah have mercy on him) also blessed a world in the subcontinent with the knowledge of the Shariah as well as Tareeqah. Many of his disciples and associates wrote many books, such as Khawaja Amir Hassan Sajji compiled a scholarly, research and spiritual document in the form of Fawad al-Fawad. All the Majalis of Fawad Al-Fawad is an excellent and comprehensive statement of Hazrat Khawaja Nizamuddin Auliya's skills in Quranic Sciences, Tafsir, Hadith, Islamic Jurisprudence and Principles of Islamic Jurisprudence. In this article, there is a brief history of some of the well-known scholars who have benefited from Hazrat Nizamuddin.

Keywords: Chishti Sufis, Nizam Al-Din, Knowledge of Sharia, Knowledge of Tareeqah, Subcontinent, Fawaid Al-Fawad.

مشائخِ چشت جہاں میدانِ تصوف و احسان میں لازوال خدمات پیش کرنے والے تھے، وہاں علمی حوالے سے بھی اپنے معاصرین میں نہایت منفرد اور ممتاز مقام کے حامل تھے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ راہِ طریقت پر قدم رکھنے سے پہلے دستور کے مطابق اکتسابِ علم میں منتہی درجات تک پہنچتے، بعد ازاں طریقت کی جولان گاہ کا سفر شروع فرماتے تھے۔ مشائخِ متقدمین کے نقشِ قدم پہ رواں دواں حضرت خواجہ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جہاں سوز و گداز کو عام فرمایا، وہاں برّصغیر میں ایک جہان کو علومِ نبویہ ﷺ سے بھی فیض یاب فرمایا۔ آپ کے متوسلین و متعلقین میں سے ایک کثیر تعداد نے باقاعدہ کتب تصنیف فرمائیں، خواجہ امیر حسن سجزی رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظات مرتّب کرنا اور فوائد الفواد کی صورت میں ایک علمی، تحقیقی اور روحانی دستاویز سے ایک عالم کو مستفید کرنا اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ فوائد الفواد کی جملہ مجالس حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے علومِ قرآن، تفسیر و حدیث اور فقہ و اصولِ فقہ میں ان کی مہارتوں کا نہایت عمدہ و جامع بیان ہے۔ ذیل میں حضرت شیخ علیہ الرحمۃ سے فیض یافتگان کی طویل فہرست میں سے چند ایک جید اور معروف اہلِ علم شخصیات کا ذکر سپردِ قرطاس کیا جاتا ہے۔

۱-خواجہ شمس الدین یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں۔ آپ بھی اہلِ علم میں عظمتوں کا وہ مینار تھے جن کی وسعتِ علمی کا چہار جانب شہرہ تھا۔ ایک زمانہ آپ کے ان علوم و معارف سے بہرہ وَر ہوا۔ امیر خورد نے آپ کو ان الفاظ میں ہدیۂ تبریک پیش کیا ہے:

"مولانا شمس الدین و مولانا صدر الدین ناولی در اوائلِ تعلیم میانِ علمائے شہر در بحث علوم و موجہ گفتن و ایرادِ مقدمات و الزام پیشینہ مشہور بودند در ہر مجلسے کہ درمے آمدند، کسے را مجال آں نبودے کہ بر ایشاں اعتراضے کند۔"(1)

(مولانا شمس الدین اور مولانا صدر الدین ناولی تعلیمی دور کے آغاز ہی میں شہر بھر کے علماء سے بحث و مباحثہ، اعتراضات اور پیشگی الزامات کی تیاری میں مشہور تھے۔ جس بھی مجلس میں وہ آجاتے، کسی کو ان پر اعتراض کی مجال نہ ہوتی۔)

آپ کی شانِ علمی کا ایک حوالہ یہ بھی ہے کہ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی آپ کے تعارف میں فرماتے ہیں:

"از مشاہیر علمائے شہر بود، بیشتر مردم شہر در تلمذ یوی انتساب کردند و بآں نسبت مفتخر و

مبتہج می بودند۔ گویند کہ اُو را شرحِ مشارق است۔"(2)

(آپ شہر کے مشہور علماء میں سے ایک تھے۔ شہر کے اہلِ علم افراد میں سے اکثر خُود کو آپ کے شاگردوں میں شمار کرتے تھے اور اس نسبت پر نہایت مسرت اور فخر کا اظہار کیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ کی "مشارق الانوار" کی ایک شرح بھی ہے۔)

مشارق الانوار حدیثِ پاک کی وہ معروف کتاب ہے، جسے برّاعظیم پاک و ہند میں تلقّی بالقبول نصیب ہوا۔ علمِ حدیث سے شناسائی میں مشائخِ چشت نے نہ صرف یہ کہ اسے اپنے مطالعہ میں رکھا بلکہ حضرت شمس الدین یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ اس کے شارح بھی ہیں۔

مولانا شمس الدین یحییٰ اور مولانا صدرالدین دونوں خالہ زاد بھائی تھے۔ دوران تعلیم چھٹی کے دن کپڑے دھونے کے لیے غیاث پور کے نزدیک دریائے جمنا کے کنارے آیا کرتے تھے۔ حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت و کرامت کا شہرہ ان کے کانوں تک بھی پہنچ چکا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ شہر سے عالم، فاضل اور سرکردہ لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور ادب سے سر جھکاتے ہیں۔ اوائلِ عمر میں انھیں اہلِ تصوف سے کوئی خاص اعتقاد نہ تھا، اس لیے وہ سلطان المشائخ کی ملاقات کو نہ جاتے تھے۔ ایک دن وہ دونوں غیاث پور کے قریب ہی آئے ہوئے تھے۔ مولانا شمس الدین نے مولانا صدر الدین سے کہا کہ نظام الدین، سلطان المشائخ یہیں پاس ہی رہتے ہیں۔ دہلی کی خلقت ان کی بڑی معتقد ہے۔ خدا جانے ان کے علم کا کیا حال ہے؟ ان کی خدمت میں چلتے ہیں، زیادہ عجز و انکسار سے کام نہ لیں گے اور نہ ہی لوگوں کی طرح زمیں بوس ہوں گے۔ حاضر ہو کر سلام کریں گے اور بیٹھ جائیں گے۔ یہ نیت کرنے کے بعد وہ حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جیسے ہی ان دونوں بزرگوں کی نظر حضرت کے حسن مبارک پر پڑی، اس ہیبت سے جو خدا اپنے محبوبین و مقربین کو عطا کرتا ہے، وہ دونوں مرعوب و متاثر ہوئے اور زمین بوس ہو گئے۔

حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

بیٹھ جاؤ، بعد ازاں استفسار فرمایا، کیا پڑھتے ہو؟

انھوں نے کہا:

مولانا ظہیر الدین سے "بزدوی" پڑھتے ہیں۔

جہاں تک ان کا سبق پہنچا تھا، اس سبق میں ایک مشکل رہ گئی تھی، جو مولانا ظہیر الدین سے حل نہ ہو سکی تھی۔

حضرت سلطان المشائخ نے اس سبق کی اسی مشکل کے متعلق پوچھا تو وہ حیران و ششدر رہ گئے اور کہا:

یا مخدوم! یہی مشکل مقام رہ گیا تھا۔ مولانا ظہیر الدین نے فرمایا تھا کہ وہ تحقیق کریں گے اور بعد میں اس مشکل کا ازالہ فرمائیں گے۔

حضرت شیخ علیہ الرحمۃ مسکرائے اور ان کی مشکل کو دلی اطمینان کے مطابق حل کر دیا۔ جب اٹھنے لگے تو سلطان المشائخ نے مولانا شمس الدین یحییٰ کو پٹکا اور مولانا صدر الدین کو دستار عطا فرمائی۔ جب دونوں بزرگ حضرت کی خدمت سے باہر آئے تو کہنے لگے:

"شیخ کی عظمت و کرامت کا تذکرہ تو سن رکھا تھا، آج ان کے علمی تبحر کا بھی پتہ چل گیا۔"(3)

دوسری مرتبہ جب مولانا شمس الدین حاضر خدمت ہوئے، اسی وقت بیعت کی سعادت سے شرف یاب ہوئے۔

ایک مرتبہ سلطان محمد تغلق نے حضرت شمس الدین یحییٰ کو بلایا اور فرمایا کہ آپ جیسے عالم کا یہاں کیا کام؟ آپ کشمیر چلے جائیں اور اس سرزمین کے بت کدوں میں دعوتِ حق اور تبلیغِ اسلام کا فریضہ سرانجام دیں۔ بعد ازاں مولانا گھر آئے اور جو عزیز اس وقت ان کے پاس حاضر تھے، ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"میں نے اپنے مرشد کو خواب میں دیکھا ہے، وہ مجھے بلا رہے ہیں۔ میں تو اپنے خواجہ کی خدمت میں جا رہا ہوں، یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں اور مجھے کہاں بھیج رہے ہیں؟"

دوسرے دن آپ بیمار ہو گئے، سینہ مبارک پر ایک گولہ سا نمودار ہوا، گویا ان کا اندرونی غم و اندوہ باہر آ گیا۔ آخر کار اسی بیماری کی حالت میں کچھ دن بعد آپ خالقِ حقیقی سے جا ملے۔(4)

۲- شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ

امیر خورد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ حکمت و کرامت کے حدِ کمال کو پہنچے ہوئے تھے، آپ ہر کسی کو وہی کام بتاتے تھے جس کے وہ لائق ہوتا۔ ایک کو حکم دیتے کہ اپنے لبوں کو بند رکھو تو دوسرے کو حکم دیتے کہ خوب کثرت

سے مرید بناؤ۔ تیسرے سے فرماتے کہ خلقِ خدا کے درمیان زندگی گزارنا ہے، ان کی جفاؤں اور سختیوں کو سہنا ہے، ان سے حسنِ معاملہ رکھو۔ (5)

بلاشبہ آپ صحیح معنوں میں نباضِ عصر اور مردم شناس تھے، جس کی ایک جھلک درج ذیل بیان سے بھی محسوس ہو رہی ہے۔

مولانا سید نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ شدید خواہش مند تھے کہ وہ کسی جنگل یا پہاڑ پر بیٹھ کر یادِ الٰہی میں مصروف ہو جائیں اور دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو جائیں۔ انھوں نے ایک دن امیر خسرو کو واسطہ بنایا اور کہلوایا کہ یہ ناچیز اودھ میں رہتا ہے۔ خلقِ خدا کے ہجوم سے اپنی مشغولیت میں فرق پڑتا ہے۔ اگر اجازت ہو تو میں کسی صحرا یا پہاڑ پر گوشہ نشین ہو جاؤں تاکہ فراغِ طبع کے ساتھ خدا کی عبادت میں مستغرق ہو جاؤں۔

جب امیر خسرو نے یہ پیغام عرض کیا تو ارشاد ہوا:

"اورابگو ترا در میانِ خلق می باید بود و جفا و قفائے خلق می باید کشید و مکافات آں بذل و ایثار وعطامی باید کرد"(6)

(ان سے کہہ دو کہ تمھیں مخلوق ہی کے درمیان رہنا ہو گا اور مخلوق کی بے مروتی اور بے رخی کو برداشت کرنا ہو گا اور اس کا بدلہ سخاوت و ایثار سے دینا ہو گا۔)

صاحب سیر الاولیاء فرماتے ہیں کہ اس بزرگ کی زندگی کے آخری سالوں میں جب وہ اوجِ کمال پر پہنچ چکے تھے اور روحِ مجرّد بن چکے تھے، ان کی مجلس سے وہی خوشبو آتی تھی، جو حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس سے آیا کرتی تھی، جس سے راقم الحروف کے مشام جاں نے بھی راحت پائی اور آپ نے میری پژمردہ روح کو تیس پینتیس سال کے لگ بھگ تر و تازگی بخشی۔ 7

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ کی تربیت کا عکس شیخ نصیر الدین محمود کی حیاتِ مبارکہ میں واضح طور پہ دیکھا جا سکتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے امیر خورد سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"آدمی کا نفس ایک درخت کی مانند ہے جو نفسانی خواہشات کی مدد سے آپ کی ذات میں جڑ پکڑ جاتا ہے اور مضبوط ہو تا جاتا ہے۔ اگر آدمی بتدریج و مسلسل اپنی عبادت و تقویٰ اور عشق و محبت کی طاقت سے ہر روز اس درخت کو ہلاتا رہے تو اس کی جڑیں کھوکھلی ہوتی چلی جاتی ہیں، پھر اس کا قلع قمع کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور مرشد کی محبت کے بل

بوتے پر مکمل طور پر اس کا قلع قمع ہو سکتا ہے۔"(8)

آپ رحمۃ اللہ علیہ اٹھارہ رمضان المبارک کو چاشت کے وقت ۷۵۷ ہجری میں ایک مختصر سا عرصہ علیل رہنے کے بعد راہئ ملکِ بقا ہوئے۔(9)

۳- شیخ حسام الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سلطان المشائخ علیہ الرحمۃ کے خلفائے عظام میں آپ کا بھی شمار ہوتا ہے۔ آپ علم، زہد اور تقویٰ کی وجہ سے مشہور تھے۔ علمِ فقہ میں خاص شغف تھا۔ آپ کی علمِ فقہ سے دلچسپی کے متعلق سیر الاولیاء میں مرقوم ہے:

"در فقہ ہر دو جلد ہدایہ یاد داشت و در علمِ سلوک قوت القلوب و احیاء العلوم تحت اللسان بود۔"(10)

(فقہ میں ہدایہ کی دونوں جلدیں آپ کو زبانی یاد تھیں اور علومِ سلوک میں قوت القلوب اور احیاء العلوم بھی نوک بر زباں تھیں۔)

حضرت محبوب الٰہی نے جب خلافت سے نوازا تو عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو شہر میں نہ رہوں بلکہ جاری پانی کے کنارے سکونت اختیار کر لوں؟

فرمایا: نہیں، شہر میں ہی رہو اور اس طرح رہو جس طرح اور لوگ رہتے ہیں۔(11)

حضرت سلطان المشائخ نے ان کے متعلق فرمایا تھا:

"شہر دہلی در حمایت اوست۔"(12)

(دہلی، اس کی حمایت میں ہے۔)

آپ عاجزی و انکساری کا پیکر تھے، نام و نمود اور شہرت سے بے نیاز تھے۔

ایک دن حضرت حسام الدین ملتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک راستے پر جا رہے تھے کہ آپ کے کندھے سے آپ کا مصلّٰی گر پڑا اور محویت کے عالم میں خبر تک نہ ہوئی۔ جب تھوڑی دور گئے تو کسی نے پیچھے سے آواز دی کہ یا شیخ! آپ کا مصلّٰی گر پڑا ہے۔ اس نے کئی بار یا شیخ! یا شیخ! کہہ کر پکارا، کیونکہ آپ خود کو شیخ نہیں سمجھتے تھے، اس لیے آپ نے اس نام کو سنا ان سنا کر دیا۔ اس آدمی نے مصلّٰی اٹھایا اور آپ کے پیچھے دوڑا اور آپ کے پاس آ کر کہا:

میں نے آپ کو کئی بار آواز دی کہ یا شیخ! اپنا مصلّٰی اٹھا لیجیے، آپ نے سنا ہی نہیں۔ آپ نے فرمایا:

"اے عزیز! من شیخ نہ ام وخود درادریں مرتبہ نمید ارم"(13)

(اے عزیز! میں شیخ نہیں ہوں اور اپنے آپ کو اس مرتبہ پر نہیں پاتا۔)

اس واقعہ سے آپ کی عاجزی و انکساری خوب واضح ہو جاتی ہے گویا کہ آپ کو نام و نمود اور شہرت سے بالکلیہ اجتناب تھا۔

ایک مرتبہ شیخ حسام الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ اگر کبھی نذرانے ملیں، کچھ اپنے بچوں کو دوں اور کچھ آنے والے مسافروں کے لیے رکھوں۔ کبھی ایسا بھی ہو گا کہ کئی دن کچھ بھی نہیں آتا، بچے طلب کرتے ہیں اور آنے والے محروم خالی ہاتھ جاتے ہیں۔ کیا ایسے موقع پر قرض لے لوں؟

حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اگر تم قرض لوگے تو اس کی دو صورتیں ہوں گی۔ یا اپنے لیے یا آنے والے مسافروں کے لیے۔ پھر آنے والوں کی بھی دو قسمیں ہیں یا مسافر ہو گا جو دور دراز سے آئے گا، یا شہر دہلی سے ہو گا جو ایسے لوگوں کے پاس آتے جاتے رہتے ہیں۔ اگر کوئی مسافر ہے اور تم اس کے لیے قرض مانگو تو شائستہ ہے، کیونکہ مسافر سے معذرت تو نہیں کی جا سکتی اور جو شہر کے ایسے آنے جانے والے ہیں، ان کے لیے کسی تکلف کی ضرورت نہیں خواہ کوئی ہو اور جیسا بھی ہو۔ جبکہ اگر تم اپنے لیے قرض اٹھاؤ، تمھیں تمھاری مراد تو حاصل ہو جائے گی، لیکن تم درویشی کس وقت کروگے؟ درویش تو وہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی شے موجود ہو تو اسے مصرف میں لائے، نہیں تو صبر کرے۔ نامرادی سے ہی موافقت پیدا کرے اور اپنا وقت تدبیروں میں ضائع نہ کرے۔"(14)

مذکورہ بالا فرمودات کے ایک ایک لفظ سے واضح طور پہ آشکار ہو رہا ہے کہ حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے خلفاء کی تربیت کا کس قدر خیال رہتا تھا اور کس طرح آپ انھیں آدابِ درویشی سکھایا کرتے تھے، یہ آپ کی تربیت کا ہی فیض تھا کہ پورے برصغیر میں ان رجالِ کار کی بدولت روحانیت کی شمع فروزاں ہو گئی اور مخلوقِ خدا ان کی بدولت راہِ ہدایت پہ گامزن ہو گئی۔

ایک مرتبہ شیخ حسام الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا:

"یا مخدوم! لوگ کرامت طلب کرتے ہیں۔"

حضرت محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"کرامت، خدا کے در پر استقامت ہے۔ تم اپنے کام پر مستقیم رہو، یہی سب سے بڑی کرامت ہے۔"(15)

اس فرمان سے حضرت سلطان المشائخ علیہ الرحمۃ نے کرامت کی حقیقت خوب واضح فرما دی کہ اصل کرامت تو استقامت کا نام ہے۔ گویا آپ نے تصوف کا نچوڑ اس ایک جملہ میں پیش فرما دیا کہ صوفی وہ نہیں جو صاحبِ کرامت ہو بلکہ حقیقی صوفی وہ ہے جو صاحبِ استقامت ہو۔

کچھ عرصہ بعد مولانا حسام الدین گجرات چلے گئے اور وہیں وفات پا گئے، ان کا مزار آج بھی مرجعِ خلائق ہے۔

۴-مولانا فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کے اُن خلفاء میں سے ہیں جن کی علمی صلاحیتوں کا زمانہ معترف تھا۔ آپ کو علمِ لدنی سے بھی سرفراز کیا گیا تھا۔ بغداد سے ایک عالم غیاث پور میں ان کا شُہرہ سُن کر حاضر ہوئے اور فقہ کی دو دقیق کتابیں "مجمع البحرین" اور "تصریف مالکی" بھی ساتھ لے آئے۔ چاہتے تھے کہ اس پر آپ سے دقائق کو سمجھنے میں مدد لیں۔ چنانچہ آپ نے "تصریفِ مالکی" کا نسخہ اس سے لیا اور نمازِ عشاء کے بعد کچھ ساعت کے لیے اس کا مطالعہ کیا اور اس کتاب کی تمام قیود و ضمائر اور دیگر مشکلات اپنے مبارک قلم سے ہر کلمہ کے نیچے لکھ دیں اور یہ مشکل آسان کر دی۔ جب دن چڑھا تو وہ کتاب اس عالم کے حوالے کر دی۔"(16)

یہی وجہ ہے کہ شیخ محقق نے ان الفاظ میں آپ کے تبحرِ علمی کو سلامِ عقیدت پیش فرمایا ہے:

"در امر دین صلابتِ تمام داشت و عظمتے وافر"(17)

(امورِ دین کے علوم میں آپ کو بے پناہ عظمت اور کامل پختگی حاصل تھی۔)

مخدوم نصیر الدین فرماتے ہیں کہ جب میں مولانا ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلسِ درس میں شریک ہوتا تھا تو مولانا فخر الدین زرادی، حضرت شیخ المشائخ کے بارے میں نہایت متعصبانہ گفتگو کرتے تھے۔ میں اس تعصب کو دور کرنے کے لیے انھیں شیخ کی خدمت میں لایا تھا۔ حضرت خواجہ نے اس ملاقات میں مولانا فخر الدین زرادی اور ان کے ایک ساتھی سے پوچھا کہ تم لوگ کس سے پڑھتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ مولانا فخر الدین ہانسوی سے۔

آپ علیہ الرحمۃ نے استفسار فرمایا کہ کیا پڑھتے ہو؟ انھوں نے کہا ہدایہ پڑھتے ہیں۔

حضرت محبوب الٰہی نے مزید استفسار فرمایا کہ سبق کہاں تک پہنچا ہے؟

مولانا فخر الدین میرے پاس سے اٹھ کر سبق کا صحیح مقام بتانے لگے اور ساتھ ہی اس شبہ کا ذکر کیا جو اس سبق میں رہ گیا تھا۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے ہدایہ کے اس مسئلے پر وارد ہونے والے اشکالات و شبہات کو دور کرتے ہوئے نہایت عالمانہ تقریر فرمائی۔ حضرت نے اپنے تبحر علمی کی بناء پر انتہائی فاضلانہ انداز میں گفتگو فرمائی۔ لطافتِ تقریر سے ششدر اور متحیر ہو کر مولانا فخر الدین آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے گئے، یہاں تک کہ میرے قریب آ گئے اور میرے کان میں چپکے سے کہا کہ میں شیخ کا مرید ہونا چاہتا ہوں۔ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے پہلے تو انکار کیا، مگر مولانا کے اصرار پر آپ نے بیعت فرما لیا۔[18]

حضرت مخدوم نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کو فقہ حنفی کی مشہور اور جامع ترین کتاب "ہدایہ" پر مکمل عبور حاصل تھا، یہاں تک کہ آپ اپنے تلامذہ کے علمی اشکالات کا ازالہ بھی فرما دیا کرتے تھے۔

آپ کی ریاضتوں اور مجاہدوں کا ذکر کرتے ہوئے امیر خورد، شیخ نصیر الدین محمود کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں جو مقام ایک یا دو ماہ میں حاصل ہوتا ہے، مولانا فخر الدین زرادی کو ایک ساعت میں حاصل ہو جاتا ہے"[19]

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سماع کی اباحت میں دو رسالے تصنیف کیے تھے۔ حضرت محبوب الٰہی کے وصال کے بعد دائمی روزہ رکھتے تھے۔ آپ سفر حج کے لیے گئے، واپسی پہ جہاز ڈوب گیا اور مولانا علیہ الرحمۃ دنیا سے رحلت فرما گئے۔[20]

۵- مولانا علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ اودھ کے مشاہیر علماء میں شامل تھے۔ کشاف و مفتاح کے غوامض بیان کرنے میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے، حضرت محبوب الٰہی رحمہ اللہ نے انھیں خلعتِ خلافت عطا فرمائی تھی، لیکن انھوں ایک شخص کو بھی مرید نہیں کیا۔[21] آخری عمر میں مرشد کے ملفوظات فوائد الفواد اپنے قلم سے لکھ کر رکھ لیے تھے اور اکثر اوقات انھی کے مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کے پاس ہر علم پر اتنی معتبر کتابیں ہیں، آپ کو ان میں سے کسی سے اتنی محبت نہیں، جتنی ملفوظات سے ہے۔ آپ نے جواب دیا:

"غافلو! دنیا، راہ سلوک کی کتابوں اور ان جیسی دیگر کتب سے بھری پڑی ہے، مگر ملفوظات تو میرے اپنے مرشد کے روح افزا فرمودات ہیں، انھی میں میری نجات ہے، وہ اور کہاں مل سکتے ہیں؟"(22)

آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلطان المشائخ کے احاطہ میں یاروں کے مقبروں سے متصل اندرونی دہلیز کے گنبد میں جو چبوترا ہے، جسے مولانا نے اپنی زندگی میں خود بنوایا تھا، وہیں دفن ہوئے۔(23)

٦-مولانا سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا میں سے زہد و تقوٰی اور پرہیز گاری کے مالک، عمدہ اخلاق اور لطائف طبع جیسی صفات سے متصف حضرت مولانا سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی تھے، آپ اخی سراج کے نام سے مشہور تھے۔ آپ عقیدت و ارادت میں سب سے سبقت رکھتے تھے۔ ان کے لیے حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا تھا کہ وہ آئینۂ ہندوستان ہیں۔(24)

آپ رحمۃ اللہ علیہ علم سے تہی دست لیکن ایقان کی دولت سے مالامال تھے۔ عرصہ دراز تک شیخ علیہ الرحمۃ کی خدمت کرتے رہے۔ سال میں ایک بار اپنی والدہ سے ملاقات کے لیے لکھنوتی جایا کرتے تھے۔ جب حضرت محبوب الٰہی اپنے مریدین کو خلافت سے سرفراز فرمانے لگے تو احباب نے ان کا بھی نام پیش کیا۔

شیخ علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

"اول درجہ دریں کار علم است"(25)

(اس کام میں سب سے پہلا درجہ علم کا ہے۔)

لہٰذا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انھیں خلافت عطانہ کی۔ دل سے اخی سراج ظاہری و باطنی علوم کے مشتاق تھے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ مولانا فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ نے جب ان کی اس محرومی کے بارے میں سنا، تو زبان مبارک سے فرمایا کہ: میں چھ ماہ میں انھیں فاضلِ اجل بنادوں گا۔ یوں آپ نے آخری عمر میں علم حاصل کیا اور میزان، تصریف، قواعد اور ان کے مقدمات کے دروس حاصل کیے۔ مولانا فخر الدین نے محض ان کے لیے ایک مختصر اور مفصل رسالہ تصنیف فرمایا جس کا نام بھی "عثمانی" رکھا۔(26)

علاوہ ازیں آپ نے قافیہ، مفصل، قدوری اور مجمع البحرین پر بھی تحقیق کی اور خوب استفادہ کیا۔

حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد آپ لکھنوتی چلے گئے۔ اس شہر کو اپنے حسن بے مثال سے عزت بخشی اور لوگوں کو بیعت کرنے لگے، یہاں تک کہ اس علاقے کے حاکم بھی ان کے مرید ہوئے۔ اپنی عمر کے آخری ایام میں لکھنوتی قدیم کے آس پاس اپنی تدفین کے لیے ایک جگہ منتخب کی۔ حضرت سلطان المشائخ کے عطا کردہ کپڑے بڑی تعظیم و تکریم سے دفن کیے اور ان کی قبر بنائی۔ جب انتقال کی ساعت آئی تو وصیت کی کہ مجھے سلطان المشائخ کے ان کپڑوں کی پائنتی میں دفن کیا جائے، بعد از وصال وہیں مدفون ہوئے۔[27]

۷-خواجہ ابو بکر مندہ رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ ابو بکر مندہ، حضرت سلطان المشائخ کے مصاحب تھے۔ وہ مدتوں ایک دوسرے کی رفاقت میں رہے۔ حضرت سلطان المشائخ کے خلافت پانے سے پہلے ہی خواجہ ابو بکر نے کہہ رکھا تھا کہ جب آپ خلافت کی سعادت سے مشرف ہوں گے تو میں آپ کی بیعت کروں گا۔ جب سلطان المشائخ خلافت کے شرف اور دوسری دوجہانی سعادتوں سے بہرہ یاب ہو گئے اور دہلی چلے آئے تو ایک عرصہ تک لوگ آپ سے بیعت کی خواہش کرتے رہے، مگر آپ ٹالتے رہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش یہ تھی کہ اگر کوئی صالح اور متقی آدمی پہل کرے تو اس سے دینی کام میں برکت ہو گی۔ کچھ عرصہ اسی طرح گزر گیا۔ ایک دفعہ آپ شیخ المشائخ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس کی زیارت سے لوٹ رہے تھے۔ جب اس بڑے دروازے کے پاس پہنچے جو شہر دہلی کے اندر ہے، خواجہ ابو بکر آگے بڑھے اور دیکھا کہ حضرت سلطان المشائخ کی پیشانی سے ایک نور نکل رہا ہے جس کی روشنی آسمان تک پہنچ رہی ہے۔ خواجہ ابو بکر نے نور دیکھ کر عرض کیا:

"یامخدوم! مجھے بیعت کرلیں"۔

سلطان المشائخ نے فرمایا:

"ابو بکر! تم کسی ثبوت کے انتظار میں تھے؟"

کہا، جی ہاں! میں نے وہ ثبوت آپ کی پیشانی مبارک میں دیکھ لیا ہے۔

حضرت سلطان المشائخ مسکرا دیے اور راستے ہی میں بیعت کر لی اور اپنی مبارک کلاہ ان کے سر پر رکھ دی۔[28]

خواجہ ابو بکر کی قبر انور حضرت سلطان المشائخ کے احاطہ میں دو ستوں کے چبوترے کے درمیان ہے۔

۸- قاضی محی الدین کاشانی رحمۃ اللہ علیہ

قاضی محی الدین کاشانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے علمی تبحر، حلم، زہد و تقویٰ اور پرہیز گاری کے لیے احباب میں مشہور تھے۔ یہ بزرگ علماء اور صاحب کرامت لوگوں کے خاندان سے تھے۔ قاضی قطب الدین کے نواسے اور شہر بھر کے استاد تھے۔ ان فضائل کے علاوہ حضرت سلطان المشائخ سے گہری عقیدت وارادت کی سعادت بھی حاصل تھی، جو سب سعادتوں سے افضل تھی۔ ان کی بدولت مجلس طول پکڑ جاتی اور قاضی صاحب کو جو علمی مشکلات درپیش ہوتیں، حضرت سلطان المشائخ انھیں حل فرماتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت خواجہ صاحب کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے، حضرت ان کے استقبال کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے۔[29] قاضی صاحب حضرت کی حیات میں ہی وفات پاگئے۔[30]

۹- حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کا نام آتے ہی ایک منفرد، باکمال اور عدیم النظیر شخصیت کی تصویر سامنے آ جاتی ہے جس نے مختلف فنون و کمالات میں وہ انفرادیت پائی اور ایسی جدتیں تخلیق کیں، جو متقدمین و متاخرین میں ان کو ایک ممتاز مقام عطا کرتی ہیں۔ دورانِ تعلیم آپ کی ملاقات حضرت خواجہ نظام الدین رحمہ اللہ علیہ سے ہوئی۔ یہ ملاقات کیا تھی کہ آپ ہمیشہ کے لیے ہی محبوب الٰہی کے ہو کر رہ گئے اور بارگاہِ شیخ سے بھی آپ کو ایسا قرب اور روحانی نعمتیں ملیں کہ تصوف کی تاریخ آج ایسے شیخ اور سالک پر رشک کرتی ہے۔

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کو قدرت کی طرف سے جو جامعیت عطا ہوئی تھی، اس طرح کی نوازشات و عنایات تاریخ میں بہت کم یاب و نادر رہی ہیں۔ اگر آپ کو صوفی کی حیثیت سے دیکھا جائے تو فنافی اللہ، اگر فلسفی کی حیثیت سے دیکھا جائے تو بے مثال۔ اگر ایک عالم کی حیثیت سے

دیکھا جائے تو متبحر عالم اور اگر مؤرخ کی حیثیت سے دیکھا جائے تو بے نظیر محقق اور شاعری کی دنیا میں آپ بلاشبہ ملک الشعراء ہیں۔

آپ نے مختلف موضوعات پر کتب تحریر کیں۔ آپ نے مثنوی، قصیدہ، غزل اور نظم میں سے جس صنف میں طبع آزمائی فرمائی، اسے چار چاند لگا دیے۔ آپ کے کلام کی خصوصیت یہ ہے کہ ہر دور کے محاسن ان کے کلام میں موجود ہیں جس سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کلام راہ ِمعرفت کے نا آشنا مسافر کا نہیں بلکہ اس منزل شناس شخص کا ہے جو اس راہ کے تمام اسرار و رموز سے واقف ہے۔(31)

حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے ذوق و شوق بھرے کتنے ہی خطوط خود امیر خسرو کو اپنے ہاتھ سے لکھے ہیں۔ امیر خسرو کو سلطان المشائخ کے ہاں انتہائی قرب حاصل تھا۔ دوستوں میں سے کسی کو کچھ عرض کرنا ہوتا تو امیر خسرو ہی سے کہتے تاکہ وہ عرض پیش کریں۔(32)

خود شیخ سے تعلق کا ذکر یوں کرتے ہیں کہ ایک دفعہ سلطان المشائخ نے مجھ سے فرمایا:

"میں سب سے تنگ آجاتا ہوں مگر تجھ سے تنگ نہیں ہوتا۔ دوسری بار فرمایا میں ہر کسی سے تنگ آجاتا ہوں حتٰی کے اپنے آپ سے بھی لیکن تم سے تنگ نہیں آتا۔"(33)

یہی محبت اور قرب مرنے کے بعد بھی ساتھ ہے جس کی گواہی قبور کی قربت سے ظاہر ہے۔

۱۰-امیر حسن سجزی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امیر حسن اپنے عہد کے باوقار اور روادار لوگوں میں سے تھے۔ آپ نے بدایوں میں آنکھ کھولی۔ اسی مبارک عہد میں بدایوں کو حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت گاہ ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ امیر حسن رحمۃ اللہ علیہ نے اسی معمورۂ خیر و برکت میں پرورش و پرداخت کی منازل طے کیں۔ تعلیم و تربیت کی غرض سے دہلی کی طرف رختِ سفر باندھا۔ جوہرِ قابل تھے، اس پر مستزاد یہ کہ اللہ تعالیٰ نے طبع رسا عطا فرمائی تھی۔ صحیح تعلیم و تربیت اور مشق و ریاضت سے جوہر چمک اٹھا۔ وہ مرثیہ نگاری کے اولین قابلِ ذکر فن کار ثابت ہوئے۔ محققین کا خیال ہے کہ فارسی نثر میں مرثیے کی روایت امیر حسن سے پہلے نہیں ملتی۔(34)

حضرت سلطان المشائخ علیہ الرحمۃ کے ملفوظات "فوائد الفواد" کا مؤلف ہونا بھی آپ کا ہی خاصہ ہے۔ حضرت اقدس کو امیر کا بڑا خیال تھا، کیونکہ وہ تربیت کے مرحلے سے گزر رہے تھے،

نگہداشت ضروری تھی۔ بیان کے پیرائے، الفاظ کی معنویت، خیالات کے عمق، جذبے کی صداقت، حُسنِ تکلم، جامعیت اور ہمہ گیری کو اپنی تخلیقی روح میں سمو کر ارشاداتِ شیخ کو سپردِ قرطاس کیا تھا۔ فرموداتِ شیخ چپکے چپکے قلمبند کر رہے تھے، حضرت کو مائل بہ کرم دیکھ کر عرض مدعا کیا کہ خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ زبان مبارک سے جو کچھ سنتا ہوں۔ وعظ و نصیحت، ترغیب و ترہیب، اطاعت و حکایتِ مشائخ سب کو اپنی فہمِ ناقص کے مطابق قلم بند کرلیتا ہوں تاکہ یہ کلمات مجھ ناچیز کے لیے دستور حال بن جائیں مگر اس وقت تک اظہار خیال نہیں کر سکا۔ فرمان شیخ کا منتظر ہوں جو حکم عالی ہو۔

حضرت اقدس نے فرمایا:

جو کچھ لکھا ہے۔ لائے ہو؟

عرض کیا، جی ہاں، لایا ہوں۔

فرمایا: پیش کرو۔

امیر نے کاغذ پیش کیے۔ حضرت نے مطالعہ فرمایا۔ خوب تحسین فرمائی، ارشاد ہوا، اچھا لکھا ہے، کچھ کلمات مکمل کیے۔ اب ہر طرف شہرہ ہو گیا کہ امیر حسن افاداتِ عالیہ قلم بند کر رہے ہیں۔

امیر حسن سجزی رحمۃ اللہ علیہ فاضلوں کے شہنشاہ تھے، کوئی آدمی ان سے بہتر لطائف اور فی البدیہہ نظم نہ کہہ سکتا تھا۔ سلطان المشائخ کے غلاموں کی لڑی میں پروئے ہوئے تھے۔ حضرت کے ملفوظات سے فوائد الفواد لکھی اور حتیٰ الوسع سلطان المشائخ کے عین الفاظ کو ملحوظ رکھا۔ آج یہ کتاب (فوائد الفواد) دنیا بھر کے اہل اللہ میں محبوب و مقبول ہے۔ عُشاق کے لیے یہ "دستور" بنی اور دنیا بھر میں مقبول ہوئی۔ سلطان الشعراء امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ بارہا یہ تمنا کیا کرتے تھے کہ کاش وہ ساری کتب جن پہ میں نے عمرِ عزیز صرف کر دی، میرے بھائی امیر حسن کی ہوتیں اور حسن نے جو ملفوظات، فوائد الفواد کی صورت میں جمع کیے ہیں، وہ ملفوظات کی کتاب میری ہوتی، تاکہ میں دنیا و آخرت میں اس پہ فخر کر سکتا۔[35]

حضرت شیخ المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت و محبت کے سلسلے بڑھتے گئے۔ شفقت بھی، تسلی بھی، دعا بھی، جب بھی حاضر خدمت ہوتے، کچھ نہ کچھ حاصل کر کے اٹھتے۔ ساری زندگی مجرد

رہے۔ درویشانہ زندگی بسر کی، خوش گفتار اور مہذب انسان تھے۔ آخر کار دبستان نظام کا یہ علوم و معانی کا بحرِ بیکراں ایک عالم کو سیر اب کرتے ہوئے اپنے خالقِ حقیقی سے جاملا۔(36)

۱۱-حاجی ضیاء الدین برنی رحمۃ اللہ علیہ

حاجی ضیاءالدین برنی رحمۃ اللہ علیہ لطافتِ طبع میں بے نظیر تھے۔ آپ دنیا بھر کے اہل اللہ کے نزدیک دل پسند و دلپذیر تھے۔ جس مجلس میں آپ موجود ہوتے، ہر خاص و عام انہی کے لطائف کی طرف ہمہ تن گوش ہوتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مصنفِ کتب کثیرہ ہیں۔ ثنائے محمدی ﷺ، صلوٰۃ کبیر، ماثر سادات، تاریخ فیروز شاہی اور حسرت نامہ آپ کی بلند پایہ تصانیف ہیں۔ بعد از وصال، سلطان المشائخ کے مزار کے احاطہ میں تدفین کی سعادت نصیب ہوئی۔(37)

خلاصہ بحث

سطورِ بالا میں ان چند رجال کار کے حالات و واقعات انتہائی اختصار کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں، جنھوں نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی استفادہ کیا۔ برصغیر میں بسنے والا ہر صاحبِ ایمان اور اس کی نسلیں قیامت تک حضرت سلطان المشائخ کی مقروض رہیں گی، جن کی وجہ سے ایمان اور ادب کی یہ دولت نصیب ہوئی۔ اللہ کریم ان پر اپنی بے پایاں رحمتوں کا نزول فرمائے کہ جن کی مساعیٔ جمیلہ سے گمراہی کی پگڈنڈیوں میں بھٹکنے کی بجائے ہدایت کی شاہراہ نصیب ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف یہ کہ اصلاحِ نفس پہ زور دیا بلکہ معاشرے کو ایسے نابغۂ روزگار رجالِ کار تیار کر کے دیے، صدیاں جن کی مرہونِ منت رہیں گی اور ہر خاص و عام ان کے فیوض و برکات سے مستفید ہوتے رہیں گے۔ آپ نے بکثرت تصانیف اگرچہ نہیں چھوڑیں لیکن معاشرے کو ایسے مصنفین اور مصلحین ضرور عطا فرمائے، جن کے زبان و بیان سے نہ صرف اس زمانے کے بلکہ تا قیامِ قیامت آنے والے مسلمان استفادہ کرتے رہیں گے۔ یقیناً حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم و تربیت کا یہ ایسا فیضان ہے، جسے جھٹلانا یا جس سے نظریں چرانا ممکنہ امر نہیں ہے۔

حوالہ جات وحواشی

1۔ میر خورد کرمانی، محمد مبارک، سید، سیر الاولیاء، دہلی، مطبع محب ھند، (۱۳۰۲ھ)، ص:۲۲۶

2۔ محدث دہلوی، عبدالحق، شیخ، اخبارالاخیار فی الاسرار الابرار، دہلی، مطبع مجتبائی، ۱۳۳۲ھ، ص:۹۷

3۔ میر خورد کرمانی، سیر الاولیاء، ص:۲۲۳۔ ۲۲۴

4۔ میر خورد کرمانی، سیر الاولیاء، ص:۲۲۸

5۔ میر خورد کرمانی، سیر الاولیاء، ص:۲۳۸

6۔ میر خورد کرمانی، سیر الاولیاء، ص:۲۳۷

7۔ میر خورد کرمانی، سیر الاولیاء، ص:۲۴۱

8۔ میر خورد کرمانی، سیر الاولیاء، ص:۲۴۲

9۔ میر خورد کرمانی، سیر الاولیاء، ص:۲۴۷

10۔ میر خورد کرمانی، سیر الاولیاء، ص:۲۵۶

11۔ میر خورد کرمانی، سیر الاولیاء، ص:۲۷۰

12۔ میر خورد کرمانی، سیر الاولیاء، ص:۲۵۷

13۔ میر خورد کرمانی، سیر الاولیاء، ص:۲۶۱

14۔ میر خورد کرمانی، سیر الاولیاء، ص:۲۶۱

15۔ میر خورد کرمانی، سیر الاولیاء، ص:۲۶۲

16۔ میر خورد کرمانی، سیر الاولیاء، ص:۲۶۷۔ ۲۶۸

17۔ شیخ عبدالحق، اخبار الاخیار، ص:۹۱

18۔ میر خورد کرمانی، سیر الاولیاء، ص:۲۶۳

19۔ میر خورد کرمانی، سیر الاولیاء، ص:۲۶۶

20۔ میر خورد کرمانی، سیر الاولیاء، ص:۲۷۵

21۔ امیر خورد کرمانی، سیر الاولیاء، ص:۲۷۶

22۔ میر خورد کرمانی، سیر الاولیاء، ص:۲۷۸

23۔ میر خورد کرمانی، سیر الاولیاء، ص:۲۷۸

24۔ میر خورد کرمانی، سیر الاولیاء، ص:۲۸۸

25۔ میر خورد کرمانی، سیر الاولیاء، ص:۲۸۸

26۔ میر خورد کرمانی، سیر الاولیاء، ص:۲۸۹

27۔ میر خورد کرمانی، سیر الاولیاء، ص:۲۸۹

28۔ میر خورد کرمانی، سیر الاولیاء، ص:۲۹۳

29۔ میر خورد کرمانی، سیر الاولیاء، ص:۲۹۴

30۔ میر خورد کرمانی، سیر الاولیاء، ص:۲۹۵

31۔ اسلم فرخی، ڈاکٹر، دبستانِ نظام، کراچی، فضلی سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، (س ن)، ص۳۰۶

32۔ میر خورد کرمانی، سیر الاولیاء، ص:۳۰۲

33۔ میر خورد کرمانی، سیر الاولیاء، ص:۳۰۲

34۔ اسلم فرخی، دبستان نظام، ص:۳۲۸

35۔ میر خورد کرمانی، سیر الاولیاء، ص:۳۰۹

36۔ اسلم فرخی، دبستانِ نظام، ص:۳۲۹

37۔ میر خورد کرمانی، سیر الاولیاء، ص:۳۱۳